مسلمانوں میں قوتِ عمل اور اسلام سے سچا عشق کس طرح پیدا ہوسکتا ہے

مسلمان ہر پہلو سے اصلاح کے جس قدر محتاج ہیں۔ اس کا کسی قدر اندازہ سر اکبر حیدری وزیر اعظم ریاست حیدر آباد دکن کی اس تقریر سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو انہوں نے اسلامیہ کالج پشاور کے طلباء کے سامنے حال ہیں کی۔ اور جس میں کہا۔ اسلامیہ کالج کو چاہیئے۔ وہ اپنے نوجوانوں کو اسلامی تہذیب و روایات کا صحیح پیکر بنائے۔ تاکہ ہندوستان میں دوسرے مذاہب کے جو باشندے آباد ہیں۔ وہ ہم مسلمانوں کو بہتر طریق پر سمجھ سکیں۔ اور ہمارے اس فخر کا احساس کرسکیں۔ جو ہمیں اپنی اسلامی روایات اور تہذیب پر ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے وطن کی صحیح رنگ میں خدمت کرنے اور ہر قسم کی قربانیوں میں حصہ لینے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

ظاہر ہے۔ کہ یہ دونوں باتیں نہایت ضروری ہیں۔ اور ان کے بغیر مسلمان دینی اور دنیوی لحاظ سے قعرِ مذلت سے نہیں نکل سکتے۔ حقیقت یہ ہے۔ عام مسلمانوں کی عملی زندگی اسلامی تعلیم کے بالکل مغائر ہے۔ اور اسلام جس بلند معیار پر اُن کو کھڑا کرنا چاہتا ہے۔ اس سے بہت دور پڑے ہیں۔ یہ ہم ہی نہیں کہتے۔ انہیں خود بھی اس کا اعتراف ہے۔ چنانچہ اخبار "زمیندار" نے سر حیدری کی اس تقریر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"ہندوستان کے مسلمانوں نے دونوں امور کی طرف سے افسوسناک کوتاہی اور غفلت کا ثبوت دیا ہے۔ وہ نہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے عقیدہ و عمل کا کوئی قابلِ فخر نمونہ ہیں۔ اور نہ وطنی اعتبار سے لائقِ تحسین۔ ان کی زندگیاں نہ غیر مسلموں پر اسلام کی فوقیت و برتری کا نقش ثبت کرسکتی ہیں۔ اور نہ عالمِ اسلام کے احترام و عقیدت کی مستحق ہوسکتی ہیں اور یہ ایک شرمناک حقیقت ہے۔ کہ ہمارے طالب علم اسلامی جذبے اور وطنی ولولے سے بالعموم خالی ہوتے ہیں۔ .... وہ صرف اس بات کے آرزومند ہوتے ہیں۔ کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد کسی اعلےٰ ملازمت پر فائز ہوجائیں پنشن لیں۔ اور مرجائیں"

مسلمان نوجوانوں کی یہ حالت جسے "زمیندار" نے ایک شرمناک حقیقت قرار دیا ہے۔ اور جس کے متعلق اس نے لکھا ہے۔ کہ "یہ شغلہ ہماری قوم مدتوں سے اختیار کئے ہوئے ہے۔" یقیناً دُور اندیش اور اسلام کے متعلق درد رکھنے والے انسان کے نزدیک قابلِ افسوس و رنج ہے۔ کیونکہ ان میں اسلامی جوشِ محبتِ اسلام اور فداکاری و جاں نثاری کے جذبات کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ کیا یہ عظیم الشان تغیر محض چند تقریروں یا مسلمانوں کی حالت پر آنسو بہانے سے عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ اگر کسی عملی جد و جہد۔ یا عظیم الشان روحانی انقلاب کے بغیر محض مرثیہ خوانی سے یہ تغیر ہوسکتا۔ تو کب کا ہوچکا ہوتا اور کب سے مسلمانوں کی کشتی ساحلِ مراد تک پہونچ چکی ہوتی۔ مگر حالات بتاتے ہیں۔ کہ باوجود رونے دھونے اور آنسو بہانے کے اور باوجود عریاں طور پر مسلمانوں کی نکبت و ذلت کی داستانیں برسرِ عام دوہرانے کے حالات روز بروز بگڑتی جارہی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ بگاڑ دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جو بعض افراد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور دوسرا وہ جو عام رنگ میں قومی اور ملکی ہوتا ہے۔ اور جس میں چھوٹے اور بڑے سب مبتلا ہوتے ہیں۔ اول الذکر بگاڑ کی اصلاح علما کے وعظ و نصیحت اور اچھی تعلیم و تربیت سے ہو سکتی ہے۔ لیکن ثانی الذکر بگاڑ جو جماعتی رنگ رکھتا ہو۔ اس کی اصلاح اللہ تعالےٰ کے مامورین کے ذریعہ ہی ہوا کرتی ہے۔ دُنیا روحانیت سے بے بہرہ ہوکر چاہِ ضلالت میں گر جاتی ہے۔ اُس کی عملی قوتیں مفلوج ہوجاتی اور نیکی کی قوتیں سلب ہوجاتی ہیں۔ ایسی حالت میں خدا تعالےٰ کا مامور اس کی بارگاہ سے مبعوث ہوتا اور اپنے انفاسِ قدسیہ سے مردہ دِلوں کو زندہ کرتا ہے۔ شیطان اور رحمان کے لشکروں کی اس کے زمانہ میں جنگ ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ حق غالب آتا ہے۔ اور روحانیت پھیل جاتی ہے۔ یہی قدیم سے خدا تعالےٰ کی سنت چلی آرہی ہے۔ اور یہی ہمیشہ قائم رہے گی۔ اسی سنت اللہ کے ماتحت آج بھی مسلمانوں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ کہ وہ اس مامور کو قبول کریں۔ جو اُن کی اصلاح کے لئے خدا نے موجودہ زمانہ میں مبعوث فرمایا۔ اگر وہ خدا تعالےٰ کے اس ہاتھ کو جو ایک مامور کی شکل میں ان کی ہدایت کے لئے بڑھا ہے پکڑ لیں۔ تو جس طرح تار میں بجلی کی رو کے سرایت کرنے کے بعد وہ حیرت انگیز کام سرانجام دینے لگ جاتی ہے۔ اسی طرح وہ اپنے اندر غیر معمولی قوت محسوس کریں گے اور اپنے قدم کو سرعت کے ساتھ بلندیوں کی طرف بڑھتا ہوا پائیں گے اس کے ثبوت میں جماعت احمدیہ کو دیکھا جاسکتا ہے اس کے افراد دیگر اقوام کے مقابلہ میں بہت کم ہیں دُنیوی ساز و سامان سے تہی دست ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرنے کی برکت سے آج جماعت کا ہر فرد جذبۂ ایمان سے سرشار اور اولوالعزمی و بلند ہمتی کا پیکر ہے یہی خصائص مسلمانوں میں بھی پیدا ہوسکتے ہیں۔ اور وہ دُنیا میں ایک طرف تو فضیلتِ اسلام ثابت کرسکتے ہیں۔ اور دوسری طرف قعرِ مذلّت سے نکل سکتے ہیں:۔

قادیان ۱۲ امان ۱۳۱۹ہش۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق ساڑھے پانچ بجے شام کی اطلاع منظہر ہے کہ حضور کی طبیعت آج اسہال اور حرارت کی وجہ سے ناساز رہی۔ احباب حضور کی صحت کاملہ کے لئے دعا کریں۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت علیل ہے دُعائے صحت کی جائے

گزشتہ سے پیوستہ پرچہ میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کے امتحانات میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست شائع کی گئی تھی۔ اس میں صاحبزادی امۃ الودود بیگم صاحبہ کو بنت خان محمد عبداللہ خان صاحب لکھا گیا۔ آپ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ اور بی۔ اے کا امتحان دے رہی ہیں۔ ان کی کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔

نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے جناب مولوی عبدالرحیم صاحب نیر جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ مولوی محمد یار صاحب عارف اور جہاشہ محمد عمر صاحب دہلی کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

افسوس بابو محمد شریف صاحب بٹالوی محلہ دارالرحمت کئی ماہ بیمار رہنے کے بعد بعمر ۴۹ سال وفات پاگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعد نماز عصر حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے جنازہ پڑھایا۔ اور مرحوم کو مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔ بلندی درجات کے لئے دُعا کی جائے۔ مرحوم نہایت ہنس مکھ اور مخلص احمدی تھے۔ اس صدمہ میں ہم مرحوم کے خاندان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

مسلمانانِ پنجاب کے لئے افتخار اور نیک نامی کا باعث

آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب کے وائسرائے ہند کی اگزیکٹو کونسل میں دوبارہ تقرر کا ذکر کرتا ہوا معاصر "انقلاب" (۱۴ مارچ) لکھتا ہے۔

سر جگدیش پرشاد اور سر محمد ظفر اللہ خان دونوں کی میعاد عہدہ ختم ہونے پر نئے تقررات زیر غور تھے۔ آج ملک معظم کا فرمان صادر ہوا ہے کہ سر جگدیش پرشاد کی جگہ سر گرجا شنکر باجپائے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اور چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں کے عہدے کی میعاد میں ایک اور "ٹرم" کی توسیع کی جاتی ہے۔ یعنی اگر مرکزی حکومت کی ترکیب یہی رہی جو آجکل ہے تو سر محمد ظفر اللہ خان مزید پانچ سال کی مدت تک حکومت ہند کی اگزیکٹو کونسل کے ممبر رہیں گے۔ مسلمانان پنجاب بجا طور سے اس امر پر فخر کر سکتے ہیں۔ کہ آج تک وائسرائے کی کونسل میں جتنے پنجابی مسلمان ممبر مقرر ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی قابلیت محنت۔ ہوشمندی اور تدبر کا بہترین ثبوت دیا ہے اور مجالس وضع قوانین سے ہمیشہ تحسین و اعتراف کا خراج حاصل کیا ہے۔ سر محمد شفیع مرحوم اور سر فضل حسین مرحوم نے حکومت ہند میں اپنی قابلیت کے روشن نقوش چھوڑے ہیں۔ اور اب سر محمد ظفر اللہ خان کا وجود بھی مسلمانان پنجاب کے لئے افتخار اور نیک نامی کا باعث ہے۔ ہم ان کو توسیع عہدہ پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

اولڈ بوائے تعلیم الاسلام ہائی سکول توجہ فرمائیں

برادران! تعلیم الاسلام ہائی سکول کے تیرنے والے تالاب کے متعلق آپ میرا تفصیلی نوٹ ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔ اگر آپ اس تحریک میں چندہ ادا کر چکے ہیں تو دوسرے دوستوں کو بھی اس کی تحریک کریں۔ اگر آپ نے چندہ ادا نہیں کیا۔ لیکن وعدہ کیا ہے تو مہربانی فرما کر اپنی موعودہ رقم جلد ادا فرما کر ممنون فرمائیں۔ اگر آپ نے نہ تو نقد چندہ ادا کیا ہے۔ اور نہ ہی وعدہ لکھوایا ہے تو ثواب لینے [illegible] وعدہ کر کے [illegible] ناظر تعلیم و تربیت

خدا تعالےٰ کے حضور دردمندانہ التجا

کچھ عرصہ ہوا سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی فرمائش پر چند فارسی اور اردو اشعار کہے۔ جن میں خدا تعالےٰ کے حضور نہایت ہی احسن پیرایہ میں دردمندانہ التجا کی گئی ہے۔ چونکہ وہ اشعار ہر ایک کے حسب حال ہیں۔ اس لئے افادہ عام کے لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

مدد کن ہادیا! گم کردہ راہم ۔۔۔ گنہگارم غفورا! عفو خواہم

ستم کش ام ز دست خویش یارب ۔۔۔ قلم کش از کرم بر ہر گناہم

الٰہی فضل سے دل شاد کر دے ۔۔۔ بنائے رنج و غم برباد کر دے

گرفتار بلا ہوں اپنے ہاتھوں ۔۔۔ بڑھا دستِ کرم آزاد کر دے

درخواست ہائے دُعا

(۱) میاں جلال الدین صاحب دھرم کوٹ بگہ کی اہلیہ صاحبہ اور لڑکا بیمار ہیں۔ (۲) عبدالقادر صاحب راولپنڈی ایک محکمانہ امتحان دینے والے ہیں (۳) چودھری اللہ رکھا صاحب بھاڑہ ضلع گورداسپور نے ایک اپیل کی ہوئی ہے (۴) منشی احمد حسین صاحب کاتب الفضل کی اہلیہ صاحبہ بعارضہ بخار و درد شکم بیمار اور میو ہسپتال میں زیر علاج ہے (۵) پیر خلیل احمد صاحب قادیان کا لڑکا لطیف احمد بیمار ہے (۶) اہلیہ صاحبہ محمد نصیر صاحب کھیوہ باجوہ دو سال سے بیمار ہے (۷) چودھری فضل دین صاحب سہوتہ حلقہ نکیریاں ایک فوجداری مقدمہ میں ماخوذ ہیں (۸) رانا میراں بخش صاحب آف اراہانہ بیمار ہیں (۹) مولوی غلام رسول صاحب بدوملہی بعض مشکلات میں مبتلا ہیں (۱۰) شیخ محمد احمد صاحب وکیل کپورتھلہ بعارضہ درد گردہ بیمار ہیں (۱۱) منشی عظیم الرحمن صاحب قادیان کی لڑکی امۃ الاعلیٰ بیگم بیمار ہے (۱۲) سید مقبول حسن صاحب مغلپورہ لاہور اور ان کی اہلیہ صاحبہ بیمار ہیں (۱۳) محمد حسین صاحب صدر جھنگ کے بچے بعارضہ کھانسی بیمار ہیں۔ (۱۴) شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور کا بھتیجا محمد انور سخت بیمار ہے۔ احباب سب کے لئے دعا کریں۔

نمائندہ مجلس مشاورت کے لئے ضروری شرط

حسب فیصلہ مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ مجلس مشاورت کا وہی نمائندہ منتخب ہو سکتا ہے جو لازمی چندوں کا بقایا دار نہ ہو سوائے ایسی جماعتوں کے جن کے ممبر ۲۱ افراد سے کم ہوں۔ بقایا دار کی تعریف نظارت بیت المال کی طرف سے یہ کی گئی ہے کہ شہری جماعتوں کے احباب کا تین ماہ اور زمیندار جماعتوں کا چھ ماہ سے زائد کا بقایا ہو۔ نمائندگان مجلس مشاورت کے لئے ضروری ہوگا۔ کہ اپنے سیکرٹری مال کا سرٹیفکیٹ ہمراہ لائیں۔ کہ وہ بقایا دار نہیں۔ اور اگر کسی بقایا دار نے بقایا کے متعلق مرکز سے مہلت حاصل کر لی ہو۔ تو بھی سیکرٹری صاحب مال کی اس مضمون کی تحریر ہمراہ لائیں۔ اگر سیکرٹری صاحب مال خود نمائندہ منتخب ہو کر آئیں۔ تو انہیں اس قسم کی تصدیق پریذیڈنٹ یا امیر جماعت مقامی کی اپنے ہمراہ لانی ہوگی۔ ناظر بیت المال

قبول احمدیت کے لئے فوری انقلاب پیدا ہونے کی ایک تازہ مثال

مولوی محمد علی صاحب کو یہ حیرت ہے۔ اور اس کا وُہ بار بار ذکر کر چکے ہیں۔ کہ حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب پشاوری اپنی ایک عرصہ کی تحقیقات کو نظر انداز کر کے ایک آدھ دن میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی بیعت میں کیونکر شامل ہو گئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

"ذرا سوچنے والی بات ہے۔ کہ ایک شخص ۸۵ سال کی عمر تک لمبی تحقیقات کرتا ہے۔ جو قریباً پچاس سال کی مدت پر پھیلی ہوئی ہے اور اس تحقیقات سے ایک نتیجہ پر پہونچتا ہے۔ لیکن قادیان جاکر اس نصف صدی کی تحقیقات کے خلاف ایک دن میں کوئی بات سمجھ آجائے۔ یہ کوئی تسلیم کرنے والی بات نہیں ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ آج میں نے ایک بات کی تحقیقات کی۔ اور کچھ عرصہ کے بعد اس کی غلطی مجھ پر ظاہر ہو گئی تو میں نے اپنی پہلی رائے کو بدل لیا۔ لیکن ۸۵ سال کی عمر تک کی تحقیقات کو قادیان پہونچ کر ایک دن کے اندر بدل دینا۔ اور انہی باتوں کو مان لینا جن کی کہ دن رات آپ تردید کیا کرتے تھے واقعی تعجب انگیز ہے۔" (پیغام صلح ۲۷ - فروری سنہ ۱۹۴۰ء)

لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب کا یہ اظہار تعجب یا تو تجاہل مولویانہ ہے۔ یا پھر روحانی دُنیا میں فوری طور پر رونما ہونے والے عظیم الشان تغیرات سے ناواقفیت کا نتیجہ۔ اور خاص کر ان کا اپنا ناکام تجربہ اس کا موجب ہے۔ وُہ "امیر قوم" کہلاتے ایک پارٹی کے مذہبی اور روحانی راہنما ہونے کا دعوےٰ رکھتے۔ اور دُنیا کے سامنے اصل اسلام پیش کرنے کے واحد اجارہ دار بنتے ہیں۔ اور توقع رکھتے ہیں۔ کہ لوگ ان کے ہم عقیدہ اور ہم خیال بن جائیں۔ اور اس کے لئے چوتھائی صدی سے جدوجہد کر رہے ہیں۔ لیکن اس عرصہ میں کوئی ایک بھی تو ایسی مثال نہ پیدا ہوئی۔ کہ کسی شخص نے ان کے روحانی جذب وکشش سے متاثر ہو کر اپنے اندر فوری انقلاب پیدا کیا ہو۔ اور اپنی سالقہ لمبی تحقیقات کو ترک کر کے ایک دن میں ان کا ہم خیال بن گیا ہو۔ ایسی صورت میں اگر وُہ ایک نہایت معزز اور باعلم انسان میں فوری انقلاب دیکھ کر حیران وششدر نہ رہ جائیں۔ تو اور کیا کریں:-

مولوی صاحب کی سابقہ حیرانی ابھی تک دُور نہ ہوئی ہوگی۔ کہ ہم ان کی توجہ اسی قسم کی ایک اور مثال کی طرف مبذول کراتے ہیں۔ مہربانی کر کے وُہ ذیل کے مضمون کی دونوں قسطیں ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو سکے۔ کہ خدا تعالےٰ سعید الفطرت انسانوں کو راہبر کامل کے دامن سے وابستہ کرنے کے لئے کس طرح فوری تغیر پیدا کیا کرتا ہے:-

بچپن سے مذہب کی طرف رجحان

میرا آغازِ عمر سے ہی مذہب کی طرف رجحان تھا۔ ساتھ ہی ساتھ علم ادب کی کشش بھی تھی۔ گو میں نے عملی مذہب کا باقاعدہ مطالعہ تو پہلے کبھی نہیں کیا۔ مگر پرائمری کی تیسری جماعت ہی سے مجھے مذہب کے عملی پہلو کے متعلق سوچنے کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ اور چونکہ میں ایک عیسائی مشن سکول میں تعلیم پاتا تھا۔ جہاں انجیل کی تعلیم روزانہ باقاعدہ دی جاتی تھی۔ اور جہاں ہر مذہب وملت کے لڑکے پڑھتے تھے۔ اکثر مذہبی باتوں پر خیال آرائی کرنے کا موقعہ ملتا تھا۔ ان ایام میں مذہبی مباحثوں کا بھی بڑا زور شور تھا۔ میں ہمیشہ اپنے انجیل ماسٹر اور آریہ لڑکوں سے اُلجھا رہتا تھا۔ پرائمری اور مڈل کی جماعتوں میں خوب نوک جھوک ہوتی رہتی۔ اس طرح اپنے مذہب یعنی اسلام کے متعلق عقلی ونقلی دلائل اکٹھے کرنے کا شوق بڑھتا گیا۔ گو بلحاظ دلائل میرا علم ترقی کرتا گیا۔ مگر عملاً میں مذہب کے متعلق ہمیشہ پھسڈی رہا۔ ذہانت میں تو بہت اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مگر مذہب کے عملی پہلو سے دُور ہوتا چلا گیا:-

مکمل نیچری

انٹرنس میں پہونچکر اور بھی زیادہ مذہب کے ذہنی اور علمی پہلو کی طرف راغب ہو گیا۔ چنانچہ سر سید مرحوم اور ان کے رفقا کی تقریباً تمام کتب میں نے انٹرنس پاس کرنے سے پہلے پڑھ لی تھیں۔ ایک تو کریلا کڑوا دُوسرا نیم چڑھا۔ مذہبیات میں علمی پہلو تو قدرے ترقی کرتا گیا۔ مگر مذہب کے اس برقی اثر سے جو درحقیقت زندگی کی جان ہے۔ میں پرے ہٹتا گیا۔ اسلام چونکہ عقل کو اپیل کرتا ہے اور جوں جوں اس پر عقلی نشتر سے کس کیا جائے۔ اس کے جوہر کھلتے ہیں۔ اس لئے گو میں بعض اوقات بالکل دُنیا کے فلسفہ میں ڈوب جاتا۔ مگر اس کے اثر سے باہر نہیں جا سکتا۔ سرسید مرحوم کا طریقہ چونکہ مغربیانہ اور اس زمانے میں ایک جدت تھی۔ اور مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ فلسفیانہ رنگ طبیعت پر غالب ہو رہا تھا۔ اس لئے میرے اسلام کی تمام بنیاد اسی عقل پر تھی۔ جو اس تعلیم کے نتیجہ میں میرے ذہن میں ارتقا پا رہی تھی۔ حاصل کلام یہ کہ میں مکمل نیچری تھا کالج میں جاکر اس عقیدہ کی اور بھی تقویت ہوتی چلی گئی:-

فلسفہ اور شاعری کے پھندے میں

جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔ مجھے شروع ہی سے علم ادب کا بھی بڑا شوق تھا اور اسی زمانے میں شعر فہمی بلکہ شعر گوئی کا مذاق بھی میں نے پیدا کر لیا تھا۔ مجھے یاد ہے۔ کہ آزاد مرحوم کی آبِ حیات میں نے پرائمری کی چوتھی جماعت ہی میں کئی بار پڑھی تھی۔ شعراء اردو کے بہت سے حصۂ کلام پر انٹرنس پاس کرنے سے پہلے عبور ہو چکا تھا مرزا سودا۔ میر تقی۔ میر حسن۔ انیس وغیرہم شعراء کے دواوین تو معمولی بات تھی۔ غالب اور اقبال اور ایرانی شعراء کے کلام سے بھی کافی ربط رہتا تھا۔ کالج میں جاکر انگریز اور دیگر مغربی شعراء۔ ورڈز ورتھ کا بھی خوب شوق پورا کیا۔ چونکہ میری سیکنڈ لنگویج عربی تھی اس لئے عربی شعراء کی سحر طرازی سے بھی ناآشنا نہیں تھا۔ شمس العلماء مولانا مولوی سید میر حسن صاحب سیالکوٹی سا راہنما میسر ہوا تھا۔ اس لئے ادب کے صحیح ذوق سے محروم رہنا ممکن نہیں تھا۔ آپ سر سید کے خاص مداحین میں سے تھے۔ اور جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ آپ کے ماحول کا کیا اثر طلبا پر ہوتا تھا۔ اس طرح فلسفہ اور شاعری میری گھٹی میں پڑے تھے:-

میں نے مندرجہ بالا تفصیل محض اس لئے دی ہے۔ کہ قارئین کرام کو میرے ارتقائے حیات کا تھوڑا بہت علم ہو جائے۔ میری طبیعت کی افتاد فلسفہ اور شاعری کی چٹانوں پر پڑی اس لئے میرا اسلام انہی دو کے قبضہ میں تھا۔ فلسفہ محض عقل کو اپیل کرتا ہے۔ اور شاعری محض جذبات کو۔ میرا مذہب ایک پہلو سے تو محض دماغی عشرت کدہ تھا۔ اور دوسرے پہلو سے محض جذباتی سراب۔ فلسفہ اور شاعری کے پھندے میں گرفتار ہو کر بڑے بڑے انسانوں کے سر پھر جاتے ہیں۔ میری تو بساط ہی کیا تھی۔ ہم خالق حقیقی کو مجبول کر ایسی جذباتی اور عقلی موشگافیوں میں محو ہو جاتے ہیں۔ کہ رُوح کے صحیح ارتقا کا راستہ گم کر بیٹھتے ہیں۔ اور دُنیا محض کھلونوں کا مجموعہ بن کر رہ جاتی ہے:-

روحانیت موت کے چنگل میں

میری دُنیا کے مکین شاعر۔ فلسفی اور سائنس دان تھے۔ تمام کائنات قدرت کے قوانین میں جکڑ کر رہ گئی تھی۔ میرا روحانی حصۂ زندگی وفات پا چکا تھا۔ رُوح اور خدا کا میں قائل تھا۔ مگر صرف زبان سے یا دماغ سے۔ حقیقی طور پر مجھے اس کا کوئی علم نہ تھا۔ باری تعالےٰ کی ہستی عقلی دلائل کے ترازو پر تولتا تھا۔ رُوح کو مادہ کی ایک صفت خیال کرتا تھا۔ جو قانون قدرت کی پیدائش تھی۔ خدا کو نہ قادر اور نہ فعّال سمجھتا۔ وُہ قانونِ قدرت کی زنجیروں میں پابند تھا۔ دُعا اور الہام کو بھی قوانین کا پابند سمجھتا تھا۔ وُہ قوانین جو آئے دن نت نئے بدلتے رہتے ہیں۔ مایوسی مجھ پر پورا قبضہ کر لیا تھا:-

مندرجہ ذیل شعر میری ذہنیت کا آئینہ دار ہے جو میرا اپنا ہے ؎

زندگی درکار ہے مجھکو نہ موت،
دوست کہتے ہیں دعا کر۔ کیا کروں!

الغرض مجھ پر پوری موت وارد ہو چکی تھی۔ اس شعر میں دل کا بخار نکالا ہے۔ میرے نزدیک زندگی بس ایک کھیل۔ ایک تماشہ ایک بے بنیاد چیز تھی۔

میں الہام کو صرف حدیث نفس سمجھتا تھا۔ نبوت کی حیثیت میرے نزدیک صرف اتنی تھی۔ کہ نبی میں نیکی کا ملکہ دوسرے لوگوں سے ذرا زیادہ ہوتا ہے۔ اور الہام ایک خاص حالت کے ماتحت اس کے اپنے ہی نفس کی ایک واردات ہوتی ہے جو لفظوں میں متشکل ہو جاتی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ خدا کا کلام نہیں ہوتا۔ ختم نبوت کے متعلق میرا یہ اعتقاد تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سلسلہ نبوت کو اس لئے ختم کر دینا چاہتے تھے کہ اب اس مقدس فریب (نعوذ باللہ) کی دنیا کو ضرورت نہ رہی تھی۔ یہ محض ایک کارآمد فریب تھا جو قدرت خود نبیوں کو اور ان کے ذریعہ لوگوں کو دیتی رہی ہے۔ اب دنیا اس قدر ترقی کر گئی ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے۔ کہ اس فریب کو آخری دفعہ استعمال کر کے ہمیشہ کے لئے نعوذ باللہ مٹا دیا جائے۔ وہ الہام ہی سے الہام کی بیخ کنی کرنا چاہتے تھے۔ اب یہ خیال کسقدر مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ مگر یقیناً میرا یہی خیال تھا۔ صرف میرا ہی خیال نہیں تھا۔ بلکہ بہت سے مغرب زدہ نوجوانوں کا یہی خیال ہے۔ گو وہ اس کے اظہار سے ڈرتے ہوں وہ کوئی بات خود ساختہ قانون قدرت کے خلاف ماننے کے لئے تیار نہیں۔ دنیا کے خوف سے خواہ مونہہ سے وہ کچھ نہ کہیں۔ مگر موجودہ مغربی تعلیم کا اثر بڑی حد تک یقیناً کچھ اسی قسم کا ہے۔

جب نبوت اور ختم نبوت کے متعلق میرا یہ عقیدہ تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کو میں کس طرح تسلیم کر سکتا تھا۔ جب میں سمجھتا تھا۔ کہ آیات قرآن کے وہ معنی نہیں۔ جن پر وہ بظاہر دلالت کرتی ہیں۔ اور ان کا مفہوم قانون قدرت کے مطابق کیا جا سکتا ہے تو میں کس طرح مان لیتا۔ کہ خدا سچ مچ اس ترقی کے زمانے میں بھی اپنے بندوں سے بات چیت کرتا ہے۔ اور ان پر اپنا کلام نازل کرتا ہے۔ اکثر احمدی مبلغین سے جو وقتاً فوقتاً مجھ سے ملتے۔ میں اسی نقطہ نظر سے تبادلہ خیالات کیا کرتا۔ میں معجزات اور پیشگوئیوں کو ناقص عقلی کسوٹی پر کستا۔ اور خدا کے خطاب کا سخت منکر تھا۔ اس نے تو قانون بنا دیئے ہیں جو کچھ ہوتا ہے ان کے مطابق ہوتا ہے۔ ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ وہ کوئی دلیل بھی پیش کرتے۔ میں اپنی دانست میں ان کی تردید عقل سے کرتا۔ اور ہمیشہ اپنے تئیں راستی پر سمجھتا۔ میں اپنی محدود عقل کے احاطہ سے باہر کوئی حقیقت ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس لئے اکثر وہ مجھ سے مایوس ہو جاتے۔ میں اپنی اس اندھی اور بہری دنیا میں خوش تھا۔ اور میں اپنے تئیں بڑا دور اندیش اور نکتہ رس سمجھتا تھا۔ میرے احمدی دوست اور عزیز مجھے ناقابل اصلاح سمجھتے تھے۔ میری کجروی روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ مگر خدا کو کچھ اور منظور تھا۔ میرے لئے رحمت کا دروازہ بند نہیں ہوا تھا۔

قادیان آنے کی سہ گونہ دعوت

دسمبر ۱۹۳۹ء کے شروع میں میری ایک مربیہ نے جو نہایت مخلص احمدی ہیں مجھے قادیان دارالامان کی زیارت کی دعوت دی۔ میں نے یونہی کچا پکا وعدہ کر لیا۔ انہی دنوں محترمی محمد نذیر صاحب فاروقی ضلعدار ریاست بہاولپور نے بھی جو میرے لنگوٹیے یار ہیں ایک خط میں اس قسم کی دعوت دی۔ ان کا ایک مطلب یہ بھی تھا۔ کہ دیرینہ مفارقت کے بعد ملاقات کا اچھا موقعہ ہاتھ آ جائے گا۔ مزید برآں مرکز سے بھی ایک فارمل دعوت ایک عزیز نے بھجوا دی۔ اس سہ گونہ دعوت کا مقابلہ میری بے پروائی سے نہ ہو سکا۔

قادیان کو روانگی

۲۴ دسمبر ۱۹۳۹ء کی مبارک صبح کو میں قادیان کا واپسی ٹکٹ خرید کر پلیٹ فارم پر گاڑی کی روانگی کے انتظار میں ٹہل رہا تھا۔ کہ اخویم چودھری شاہنواز صاحب ایڈووکیٹ سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ میں نے ان سے قادیان جانے کا تذکرہ کیا۔ مگر ان کو یقین نہ آیا۔ اور آتا بھی کس طرح۔ ان کو خوب معلوم تھا کہ میں احمدیت کا سخت مخالف ہوں۔ جب میں نے ان کو ٹکٹ دکھایا تو وہ حیران رہ گئے انہوں نے فرمایا قادیان سے تم ضرور احمدی ہو کر پلٹو گے۔ میں نے جواب دیا یہ ناممکن ہے۔ آپ جانتے ہیں مجھ جیسا آزاد منش آدمی ایسی قیدوں میں نہیں سما سکتا۔ میں تو صرف ایک تماشہ دیکھنے کے لئے جا رہا ہوں تعطیلات ہیں لاہور نہ سہی قادیان ہی سہی اتنے میں روانگی کی سیٹی بجی اور ہم سوار ہو گئے ویرکا ریلوے سٹیشن پر تبدیلی کے لئے اترنا پڑا۔

پہلا اثر

پلیٹ فارم پر احمدی خاندانوں کے خاندان اتر پڑے۔ پلیٹ فارم سوٹ کیسوں ٹرنکوں اور بستروں سے پٹ گیا۔ اس منظر نے ایک عجیب وغریب اثر میرے دل پر کیا مجھے ایسا معلوم ہوا۔ کہ صدیوں کی سوئی ہوئی کوئی چیز میرے رگ و پے میں جاگ رہی ہے۔ مرد۔ عورتیں اور بچے۔ بچے کچھ ماؤں کی گودوں میں اور کچھ ننھے ننھے قدم اٹھاتے ہوئے انگلیاں پکڑے۔ اس سردی کے موسم میں کنبوں کے کنبے گھروں کو تالے لگا کر کس شوق و ذوق سے آمادہ سفر ہیں۔ پختگی اعتقاد کا ایک مقدس پہاڑ میری نگاہوں میں بلند ہو رہا تھا۔ مرد۔ عورتیں اور بچے۔ ماؤں کی گودوں میں ہمکتے ہوئے بچے۔ چلتے پھرتے بچے سب میری آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہے تھے۔ میں ایک اور ہی دنیا میں چلا گیا۔ ایسی دنیا میں جو گزشتہ دنیا سے پاکیزہ تر اور ارفع و اعلیٰ تھی۔ جو تقدس اعتقاد کی دنیا ہے۔ جہاں سوائے صفائی قلب اور جذبہ روحانی کے اور کچھ نہیں۔

زیارت قادیان کا بے حد شوق

یہ اثر تھا جو میری روح پر ہوا۔ یہ پہلا اثر تھا جس نے زیارت قادیان کا جوش پوری طاقت کے ساتھ میرے دل میں پیدا کر دیا انتظار کی گھڑیاں مجھے قیامت کی صدیاں معلوم ہونے لگیں۔ خدا خدا کر کے ہماری گاڑی آ پہنچی۔ اور میں بڑے اشتیاق کے ساتھ سوار ہوا۔ اگرچہ گاڑی میں اس قدر بھیڑ تھی۔ کہ بہت سے لوگوں کو کھڑے ہونے کے لئے بھی جگہ میسر نہ تھی۔ اور مسافر سخت تنگی میں تھے۔ مگر مجھے اشتیاق قادیان کی وجہ سے اس کچاکچھی میں بھی ایک لطف آ رہا تھا۔ اور میں اپنے آپ کو جنت میں بیٹھا ہوا تصور کرتا تھا۔ گو گاڑی کی رفتار مجھے سست معلوم ہوتی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ میرے روح اور جسم کی تمام طاقت بھی انجن کی قوت کے ساتھ مل جائے۔ اور گاڑی فوراً قادیان پہنچ جائے۔

قادیان میں

غروب آفتاب کے وقت آخر گاڑی قادیان کے سٹیشن پر جا کھڑی ہوئی۔ سٹیشن پر اتنا انبوہ تھا کہ کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ یہ بھی پہلا روز تھا پچیس تاریخ کو جلسہ کا آغاز ہونا تھا۔ ایک حشر تھا کہ بپا ہو گیا تھا۔ تقدس کا ایک سمندر تھا کہ ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اور میں اس کی موجوں کی آغوش میں ہچکولے کھا رہا تھا۔

جس مکان میں ہم ٹھہرے وہ محلہ دارالبرکات میں واقع تھا۔ محلوں کے نام سنے تو ایسا محسوس ہوتا تھا۔ کہ ہم خلد بریں میں آ گئے ہیں۔ عزت و تکریم کی لہر میری رگ رگ میں دوڑ گئی۔ اور ایک روحانی بارش میری روح پر برس رہی تھی۔ ایک بیرونی کمرے میں ہم اترے۔ نیچے کماد کا چھلکا بچھا تھا سردی کا موسم تھا۔ نرم گدیلوں میں یہ لطف کہاں۔ آرام و تعیش پر موت وارد ہو چکی تھی۔ سوا تسکین کے اور کوئی بات ہی نہ تھی

لنگر سے کھانا منگوایا۔ کھایا اور سو رہے

مقبرہ بہشتی

صبح اٹھ کر بازار سے ہوتے ہوتے بہشتی مقبرہ کی زیارت کی۔ قبروں کی قطاریں زندہ انسانوں کی صفیں معلوم ہوتی تھیں۔ مردوں کی پاک نفسی قبروں کے گوشوں سے نکل نکل کر میری روح سے ہم آغوش ہوگئی۔ ترتیبوں کی سادگی نہایت جاذب نظر تھی۔ زندہ مردوں کی ایک دنیا۔ ایسے مردے کہ جن کے سامنے مجھ جیسا زندہ ایک مردہ معلوم ہوتا۔ یہ ان عقیدت کیش لوگوں کی آخری آرام گاہ ہے۔ جنہوں نے اپنا تن من دھن اسلام کے نام پر قربان کردیا پاک نفسوں کا اتنا بڑا جمگھٹ شاید ہی کسی اور جگہ دیکھنے میں آئے۔ بے اختیار میرے ہاتھ فاتحہ کے لئے اٹھ گئے۔ اور میری روح ان مٹی کی پاک قبروں کے ساتھ لپٹ گئی۔ بعدہٗ ہم اس چار دیواری میں داخل ہوئے جہاں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار مقدس ہے۔ سادگی پر ہزاروں بناوٹیں قربان ہو رہی تھیں۔ خاک کے ذرے ذرے سے صداقت کی آواز اٹھ رہی تھی۔ یہ قبر اس انسان کی تھی۔ جس نے اپنے مسیحائی کے دعوے کی وجہ سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے ساتھ عمر بھر نبرد آزمائی کی۔ جس کی تکفیر کے فتوے لکھے گئے۔ جس پر عیاذاً باللہ صرف عیاشی کے ہی اتہام نہ لگائے گئے۔ بلکہ جس کو قتل کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔ اور جس کی اہانت کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ مگر خدا نے اس کو ہر ایک گزند سے بچایا۔ وہی انسان آج اس سادہ سے اور تہی از تکلف مزار کی آغوش میں جاودانی نیند پڑا سو رہا ہے۔ اس مٹی کی ڈھیری نے میرے دل میں ایمان کا شعلہ بھڑکا دیا۔ اور میں ایک مضطرب جان لے کر وہاں سے لوٹا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی جاذبیت

عزیز سعید فاروقی کو انجمن خدام احمدیہ کے جلسے میں جا پکڑا۔ یہ اخویم نذیر فاروقی کے بھتیجے ہیں۔ وہ چند منٹوں کی رخصت حاصل کر کے مجھے اپنے مکان پر لائے۔ بعد دوپہر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی باتیں۔ انجمن خدام احمدیہ کے جلسہ میں سنیں۔ اس گراں مایہ شخصیت کے متعلق جتنے شکوک میں اپنے دل میں لے کر آیا تھا۔ تمام کے تمام اس طرح مٹ گئے۔ کہ گویا کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ اتنا سادہ اور پر زور کلام میں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔ تقریر میں کوئی دقیق مسائل نہیں بیان کئے گئے تھے۔ سادہ روزمرہ کی باتیں تھیں۔ مگر انہی سادہ باتوں میں خدا جانے کہاں کی جاذبیت تھی۔ کہ میں نے ایک ایک لفظ ہمہ تن گوش ہو کر سنا اور اپنے آپ کو زندہ سے زندہ تر پایا۔ دوران جلسہ میں حضور کی دیگر تقاریر بھی سنیں۔ جو اپنی سادگی۔ پختگی اور تاثیر کے لحاظ سے بے مثل تھیں۔ باوجود ان تاثرات کے میں پکا غیر احمدی رہا۔ اور مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۳۹ء کو صبح کی گاڑی قادیان سے رخصت ہو کر گھر کو روانہ ہوا۔

خدا کی رحمت کا یکبارگی نزول

میرے ہمراہ اور بھی بہت سے لوگ اس گاڑی پر واپس ہو رہے تھے۔ جو عموماً احمدی تھے۔ میرے ڈبے میں ایک شخص کے پاس چند کتب تھیں۔ جو وہ قادیان سے خرید کر لایا تھا۔ میں نے دفع الوقتی کے لئے ایک کتاب ان میں سے اٹھالی۔ اور پڑھنے لگا۔ یہ کتاب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی تقریر "انقلاب حقیقی" تھی۔ اس تقریر کے ختم کرنے تک میں دل میں احمدی ہو چکا تھا۔ زمین تو پہلے تیار تھی۔ صرف بیج ڈالنے کی دیر تھی۔ جو "انقلاب حقیقی" نے ڈال دیا۔ اور خدا کی رحمت یکبارگی مجھ پر نازل ہوگئی۔ پہلے میں نے احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ ایک مخالفانہ نکتہ نظر سے کیا ہوا تھا۔ وہ تمام مطالعہ اب یکدم مجھ پر کریمانہ انداز سے جھپٹا۔ اور میں شکار ہو گیا۔ مجھے اپنے آپ پر خود یقین نہ آتا تھا۔ میری رگ رگ میں ایک ہیجان بپا تھا۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوا۔ کہ ابھی ابھی میری روح میرے جسم کو چھوڑ دے گی۔ جس طرح اچانک کسی ہتھیلی پر جلتا ہوا کوئلہ رکھ دیا جائے اور وہ اس کے اثر سے تلملانے لگے۔ یہی حال میری روح کا تھا۔

قبول احمدیت

عید قربان کی نماز جامع احمدیہ سیالکوٹ میں ادا کی۔ اور گھر آکر بیعت کا فارم پر کر کے امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ کو بھیج دیا۔ جس کے زیر عنوان مندرجہ ذیل فی البدیہہ رباعی تھی ؎

عید قرباں ہے آج اے تنویر
مجھ پہ ہے فضل رب سبحانی
پیش کرتا ہوں روح و قلب و دماغ
کاش منظور ہو یہ قربانی

انقلاب حقیقی نے مجھے بتایا۔ کہ انقلاب کی حقیقت کیا ہے۔ علامہ اقبال کا نعرہ ؎ "انقلاب اے انقلاب اے انقلاب" اور کانگرسیوں کا واویلہ "انقلاب زندہ باد انقلاب زندہ باد" ہر کان میں پہنچ چکا ہے۔ زمانہ انقلاب انقلاب پکار رہا ہے۔ آسمان سے آواز آتی ہے۔ "انقلاب! انقلاب!" زمین کی گہرائیوں سے چیخ اٹھتی ہے "انقلاب! انقلاب" مگر کوئی نہیں سنتا کوئی نہیں دیکھتا۔ انقلاب حقیقی کی طرف کوئی نظر بھی نہیں اٹھاتا۔ نئی زمین اور نیا آسمان پیدا بھی ہو چکا۔ مگر پرانی دنیا اپنے پرانے کھنڈروں پر سوئے بہا تا ہی اپنی منزل مقصود سمجھتی ہے۔ آفتاب ختم نبوت کے رخ منور سے بادلوں کا گھونگھٹ ہٹ بھی گیا۔ نابیناؤں کو نئی آنکھیں عطا بھی ہو چکیں۔ مگر اس طومار نور نے ان کو اور بھی چوندھیا دیا۔ اندھے کی آنکھوں پر سے حکیم ازل نے پٹیاں کھول دیں۔ کیونکہ وہ اچھا ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں از سر نو بینائی آچکی تھی مگر نور کے دھارے نے اس کی آنکھوں پہ چکا چوندگی کی پٹی پھر باندھ دی۔ اور اس نے تاریکی میں ہی رہنا پسند کیا۔ مگر طبیب ازل اپنے کام میں بڑا ماہر ہے۔ اس نے اندھے کو اندھیرے میں پڑا رہنے دیا۔ پھر تھوڑا سا نور اس کے کمرے میں بھیجا۔ جب نئی آنکھیں پانے والا اندھا اتنے سے نور سے مانوس ہوگیا تو پھر اور تھوڑا سا نور اس کے کمرے میں بھیجا۔ جب وہ اس سے بھی مانوس ہو گیا۔ تو آہستہ آہستہ اس کے کمرے میں پورا نور بھیج دیا۔ اور اندھا سب کچھ دیکھنے لگا۔ اس کو نئی زمین اور نیا آسمان نظر آیا۔ انقلاب سب سے بڑا انقلاب مگر "انقلاب اے انقلاب اے انقلاب" پکارنے والے۔ اور "انقلاب زندہ باد انقلاب زندہ باد" کے نعرے لگانے والے اندھے کے اندھے پڑے رہے۔ اور انقلاب کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹولتے ہیں۔ مگر انقلاب ان کے ہاتھ میں نہ آتا۔ وہ قانون قدرت کے پیچ و تاب دیکھتے ہیں۔ زمینوں کو کھودتے ہیں۔ پہاڑوں کو اڑاتے ہیں سمندروں کو چیرتے ہیں۔ آسمانوں میں پر لگا کر اڑتے ہیں۔ مگر انقلاب کو نہیں پا سکتے کیونکہ ان کو پتہ نہیں۔ کہ انقلاب کا منبع کہاں ہے۔ وہ اپنی روحوں کو بھول بیٹھے ہیں۔ جہاں سے حقیقی انقلاب اٹھتا ہے۔

خاکسار (شیخ) روشن دین تنویر بی اے ایل ایل بی سیالکوٹ

حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر

ہر مخلوق فانی ہے مگر بعض انسانوں کی موت سے ایک عالم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ موت کا جلال تو حقیر سے حقیر جاندار میں بھی نمایاں ہوتا ہے چہ جائیکہ اس کے جلال کا اظہار ایک بزرگ عالم۔ مخلوق کے ہمدرد۔ مخلص ترین خادم دین اور اسلام کے غیور فرزند کی اس جہان سے مفارقت کے ذریعہ سے ہو۔

مجھے الفضل کے ذریعہ یہ خبر ملی کہ ہمارے استاذ حضرت علامہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ حضرت مولوی صاحب سلسلہ احمدیہ کے ایک ستون تھے۔ دینی علوم میں انہیں بے نظیر تبحر حاصل تھا۔ ان کی وفات اس پہلو سے خاص طور پر افسوسناک ہے۔ اور تمام جماعت کے لئے رنج و غم کا موجب۔ لیکن وہ لوگ جنہیں حضرت مولوی صاحب مرحوم سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ اور جنہیں ان کی صحبت میں بیٹھنے کا موقعہ ملا ہے۔ وہ اس سانحہ کو نہایت ہی کرب اور تکلیف کے ساتھ سنیں گے۔ دل فگار ہے اور آنکھیں اشکبار مگر اللہ تعالیٰ کی قضا پر ہم سب بہ رضا ہیں۔ حضرت مولوی صاحب ان چند انسانوں میں سے تھے جنہوں نے اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو رضائے یار کے حصول کے لئے صرف کر دیا خدمت دین ان کا ہمیشہ نصب العین رہا اور وہ اپنے آرام اور اپنے سکھ کو ہمیشہ دین کی خاطر قربان کرتے رہے ہیں۔

بیس برس سے زیادہ عرصہ گذرا۔ کہ مدرسہ احمدیہ کی چوتھی جماعت میں مجھے حضرت مولوی صاحب کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے ان سے مختلف جماعتوں میں مختلف کتابیں پڑھی ہیں اور میں آج تک ان کا شاگرد رہا ہوں۔ کبھی کوئی مشکل مسئلہ یا سوال ایسا نہیں ہوا۔ کہ مجھے اس کے حل میں ان سے مدد نہ ملی ہو۔ مجھے یہ فخر ہے۔ کہ میں ان کی زندگی کے آخری ایام تک ان سے استفادہ کرتا رہا۔ گذشتہ دنوں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے تقویم ہجری شمسی کی ترتیب کے سلسلہ میں مجھے بھی حضرت مولوی صاحب کے ساتھ کام کرنے کا ارشاد فرمایا۔ جس اخلاص محنت اور محبت سے حضرت مولوی صاحب مرحوم خلیفہ وقت کے ارشاد کی تعمیل کرتے تھے وہ ایک قابل رشک نمونہ ہے۔ میں حضرت مولوی صاحب کو بطور استاد بیس سال سے جانتا ہوں استاد شاگرد میں کچھ زیادہ تکلف نہیں رہتا۔ خصوصاً جہاں کہ صرف علم پڑھانا ہی مد نظر نہ ہو بلکہ دینی اور روحانی تربیت بھی مدعا ہو۔ حضرت مولوی صاحب مرحوم ان اساتذہ میں سے تھے جن سے طالب علم دلی انس رکھتے اور انہیں اپنے لئے اسوہ حسنہ سمجھتے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب کو بھی اپنے طالب علموں خصوصاً ان طالب علموں سے جن کے متعلق ان کو یقین ہو۔ کہ یہ خدمت دین کے لئے زندگی وقف رکھتے ہیں خاص محبت ہوتی تھی۔ ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے اور انہیں خدمت دین کی ترغیب دلاتے رہتے تھے۔

حضرت مولوی صاحب کے چند امتیازی شمائل یہ ہیں۔ (۱) سادگی۔ اتنے علم و فضل کے باوجود لباس میں نہایت سادگی تھی۔ کھانے میں سادگی تھی کئی مرتبہ دیکھا گیا۔ کہ مطالعہ کی دھن میں کھانے تک کا خیال نہیں رہا (۲) صاف گوئی حضرت مولوی صاحب قابل اصلاح امور کے کہنے میں مومنانہ شجاعت رکھتے تھے۔ اور صاف طور پر مناسب الفاظ میں سرزد ہونے والی غلطی کو بتا دیتے تھے کہ یہ امر قابل اصلاح ہے۔ کسی کے عیب یا برائی پر کینہ توزی ان کا شیوہ نہ تھا۔ اگر کوئی امر ناپسند ہوا۔ تو ناراضگی کا اظہار کر دیا۔ اور دل صاف ہو گیا۔ شاگرد کے اعتراف خطا کے بعد بہت ہی جلد خوش ہو جانے والے مہربان استاد تھے (۳) نظام سلسلہ کا احترام۔ حضرت مولوی صاحب مرحوم اس بارے میں بہت شدید تھے۔ کسی رنگ میں کسی انسان سے اس معاملہ میں کوتاہی قابل برداشت نہ جانتے تھے (۴) ایمانی غیرت۔ حضرت مولوی صاحب کو خواہ کسی سے کتنی محبت ہو لیکن اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے۔ کہ اس شخص کا طریق عمل سلسلہ کے لئے مضر ہے یا کوئی مسئلہ خلاف حقیقت ہے۔ تو وہ ایسے موقعہ پر ہمیشہ قابل تعریف ایمانی غیرت کا اظہار کرتے تھے۔ (۵) تواضع و انکسار حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم اپنے بے نظیر علمی تبحر کے باوجود بے انتہا خاکسار اور متواضع واقع ہوئے تھے۔ مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کبھی اس طور سے اپنے علم کا اظہار کیا ہو۔ کہ جس سے دوسروں پر فوقیت جتانا مد نظر ہو (۶) جود و سخا۔ حضرت مولوی صاحب عیالدار تھے ذرائع آمدنی نہایت محدود تھے مگر طبیعت میں ایسی سخاوت تھی کہ ان کے حالات کے لحاظ سے کئی دفعہ ان سے درخواست کی جاتی تھی۔ کہ آپ اس طرح خرچ نہ کیا کریں کتابیں طبع کراتے تھے۔ تو اکثر مفت ہی تقسیم کر دیتے تھے۔ بے نفسی اور ایثار میں بھی حضرت مولوی صاحب قابل تقلید نمونہ تھے۔ (۷) امداد محتاجین۔ اگر آپ خود کسی محتاج کی مدد نہ کر سکیں تو دوسرے اہل ثروت کے پاس جا کر محتاج کی سفارش کرتے تھے۔ انہیں اس سے سخت تکلیف ہوتی تھی۔ کہ کسی شخص کو حاجت ہو۔ اور وہ اسے پورا نہ کر سکیں (۸) دعاؤں اور عبادت گزاری میں بھی انہیں خاص خصوصیت حاصل تھی۔ چاہتے تھے۔ کہ ان کے شاگرد بھی اسی رنگ میں رنگین ہوں۔

غرض حضرت مولوی صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کے شاگرد زندگی بھر ان کے احسانات کو بھول نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہمارے مہربان۔ شفیق اور ہمدرد استاد پر جو سلسلہ احمدیہ کے بے نفس اور بے ریا خادم تھے اور جن کی موت درحقیقت شہادت کی موت ہے بے انتہا رحمتیں نازل فرماتا رہے۔ اور انہیں جنت کے بلند مقامات عطا فرمائے۔ آمین۔ انشاء اللہ کسی فرصت کے وقت حضرت مولوی صاحب کے مفصل حالات زندگی لکھوں گا۔

خاکسار:- ابو العطا جالندھری از ڈیرہ غازی خان

اعلان اخراج

مندرجہ ذیل اصحاب کا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی منظوری سے بوجہ نادہندگی چندہ اخراج از جماعت اور مقاطعہ کا اعلان کیا جاتا ہے۔

(۱) پیر محمد صاحب تلونڈی شامل جماعت بھنڈراں خانانوالی

(۲) کرم داد صاحب خانانوالی میانوالی ضلع سیالکوٹ

(۳) غلام رسول صاحب پسر ڈاکٹر عمر دین صاحب نیر دبی

(ناظر امور عامہ)

شاہان اسلام کی رواداریاں

مسلمانان ہند کو ان کے جائز ملکی حقوق سے محروم رکھنے کے لئے عام طور پر کہا جاتا ہے۔ کہ چونکہ اسلام۔ پیغمبر اسلام اور شاہان اسلام غیر روادار تھے۔ اسی وجہ سے موجودہ مسلمان بھی تنگدل۔ متعصب اور غیر روادار ہیں۔ اس لئے انہیں ملک کے کسی حصہ میں بھی حاکمانہ اقتدار نہیں ملنا چاہئے۔ لیکن رسالہ ہذا میں اس قسم کی بیہودہ اور غلط بہتان کی تردید خود ہندو و غیر مسلم علماء ہی کے زبان و قلم سے کروادی گئی ہے۔ امید ہے۔ کہ دردمندان اسلام اس کی اشاعت میں خاطر خواہ حصہ لیں گے۔ یہ رسالہ کتنا مفید اور ضروری ہے۔ اس کے متعلق فی الحال مسلمانوں کے دو معزز اخبارات کی مندرجہ ذیل رائیں پڑھ لینا کافی ہوگا۔

اخبار خیام لاہور کی رائے

ملک فضل حسین صاحب نے "شاہان اسلام کی رواداریاں" کے نام سے ایک جامع و مانع کتاب شائع کی ہے۔ جس میں غیر مسلموں کے فہیم طبقہ کی آراء اور تحقیق پیش کر کے ان غلط فہمیوں کی پرزور تردید کی ہے۔ جو متعصب ہندوؤں کی طرف سے ملک میں ہمیشہ پھیلائی جاتی رہی ہیں۔ ملک صاحب ایک تجربہ کار اور کہنہ مشق مصنف ہیں۔ آپ کی تمام عمر اسلامی و غیر اسلامی لٹریچر پڑھنے میں گذری ہے۔ آپ کی اسوقت تک کم و بیش چالیس کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ "شاہان اسلام کی رواداریاں" میں آپ نے برسوں کی تحقیق و کاوش کا نچوڑ پیش کر دیا ہے۔ اور نہایت خوش اسلوبی سے ان غلط فہمیوں کی تردید کی ہے۔ جو ہندوؤں کا فتنہ پرداز طبقہ شاہان مغلیہ اور دکن کے خلاف وقتاً فوقتاً پیدا کرتا رہا ہے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ عالم اسلام اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے دیگر حضرات اس کتاب کا پرجوش خیر مقدم کریں گے"

روزانہ صحیفہ حیدر آباد دکن کی رائے

یہ ایک اچھی کتاب ہے۔ جو آج ہمیں ہاتھ آئی ہے۔ اور آج ہی کی اشاعت میں اس کا کچھ حصہ نقل کرنا مناسب معلوم ہوا۔ یہ فضل حسین صاحب احمدی کی تیار کردہ ہے۔ جس کا مبحث خود اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ احمدی اصحاب اپنے ذہنی عقائد میں کچھ بھی خیالات رکھتے ہوں۔ لیکن اصولی طور پر خدمت "اسلام" ان کے پیش نظر ضرور ہے۔ اور اسی جذبہ سے وہ مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب مسکت و مدلل لکھتے اور رسائل و کتب شائع کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس کے قیمتی اندراجات کا ضرور علم رکھنا چاہئے"

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب بھی تھوڑی تعداد میں باقی ہیں۔ مسلم حقوق اور ہندو راج ۶/ ہندو سیاست کے داؤ پیچ ۶/ مسلمانان کشمیر اور ڈوگرہ راج ۱/۵ تاثرات قادیان ۶/

ملنے کا پتہ **احمدیہ کتابستان قادیان**

ایک نہایت باموقعہ پختہ مکان

برلب سڑک ہائی سکول قابل فروخت ہے۔ وہ تعلیم الاسلام ہائی سکول سے دو منٹ کی راہ اور نور ہسپتال سے بھی قریباً اتنی ہی دور ہے۔ ریلوے سٹیشن سے ۵ منٹ کا راستہ ہے۔ مکان دو منزلہ ہے۔ اور قریباً ایک کنال رقبہ میں بنا ہوا ہے۔ اور اس کے نیچے دوکانیں بھی بنی ہوئی ہیں۔ جو ہمیشہ کرایہ پر چڑھی رہتی ہیں۔ خواہشمند احباب مشتہر سے خط و کتابت کر کے یا میرے بزرگ ڈاکٹر محمد طفیل خان صاحب پریذیڈنٹ دار العلوم سے جو اس مکان کے قریب ہی رہتے ہیں۔ بالمشافہ گفتگو کر کے قیمت کا تصفیہ فرمالیں۔

شیخ افتخار الحق خان احمدی ایم۔ اے بیرسٹر ایٹ لاء ۲۳ فین روڈ لاہور

ہندو راج کے منصوبے

جناب شیخ فضل حسین صاحب کی کتاب "**ہندو راج کے منصوبے** اور **ہندو سیاست کے داؤ پیچ**" ایک زبردست تصنیف ہے۔ جس میں موصوف نے ہندو اخبارات کے حوالجات اور ان کے قلم سے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ ہندو لوگ کس طرح ایک لمبے عرصے سے ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت ہندوستان کی موجودہ سیاست کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ کانگرس کے دام سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے اس کتاب کا پڑھنا از حد ضروری ہے۔ جماعت کی شہری جماعتوں کو خاص طور پر اس وقت اس کتاب کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اور اپنوں اور بیگانوں کو ہندو راج کے منصوبوں سے آگاہ کرنا چاہئے۔ حجم کتاب ۲۱۰ صفحات ہیں۔

قیمت فی نسخہ ۶/ ایک روپیہ کے تین نسخے انگریزی ایک روپیہ فی نسخہ

نوٹ:۔ نیز "اچھوتوں کی دردبھری کہانیاں" اور "اچھوتوں کی حالت زار" قیمت فی ۳/

ملنے کا پتہ:۔ **بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان**

اکسیر تسہیل ولادت

کا وقت پر استعمال کرنا ولادت کی مشکل گھڑیوں کو بفضل خدا آسان کر دیتا ہے۔ بچہ بھی نہایت آسانی سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ولادت کے بعد کے دردوں کو بھی دور کر دینے والی دوا ہے۔ قیمت اڑھائی روپے مع محصولڈاک۔

منیجر شفاخانہ دلپذیر قادیان ضلع گورداسپور

معجون عنبری

یہ دوا دنیا بھر میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ ولایت تک اس کے مداح موجود ہیں۔ دماغی کمزوری کے لئے اکسیر صفت ہے۔ جوان بوڑھے سب کھا سکتے ہیں۔ اس دوا کے مقابلہ میں سینکڑوں قیمتی سے قیمتی ادویات اور کشتہ جات بیکار ہیں۔ اس سے بھوک اس قدر لگتی ہے۔ کہ تین تین سیر دودھ اور پاؤ پاؤ بھر گھی ہضم کر سکتے ہیں۔ اس قدر مقوی دماغ ہے۔ کہ بچپنے کی باتیں خود بخود یاد آنے لگتی ہیں۔ اس کو مثل آب حیات کے تصور فرمایئے۔ اس کے استعمال کرنے سے پہلے اپنا وزن کیجئے بعد استعمال پھر وزن کیجئے ایک شیشی چھ سات سیر خون آپ کے جسم میں اضافہ کر دے گی۔ اس کے استعمال سے اٹھارہ گھنٹہ تک۔ کام کرنے سے مطلق تھکن نہ ہوگی۔ یہ دوا رخساروں کو مثل گلاب کے پھول اور مثل کندن کے درخشاں بنا دیگی یہ نئی دوا نہیں ہے۔ ہزاروں مایوس العلاج اس کے استعمال سے بامراد بن کر مثل پندرہ سالہ نوجوان کے بن گئے۔ یہ نہایت مقوی بھی ہے۔ اس کی صفت تحریر میں نہیں آسکتی تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔ اس سے بہتر مقوی دوا آج تک دنیا میں ایجاد نہیں ہوئی۔ قیمت فی شیشی دو روپے (عہ) نوٹ:۔ فائدہ نہ ہو تو قیمت واپس فہرست دواخانہ مفت منگوا لیجئے جھوٹا اشتہار دینا حرام ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ **مولوی حکیم ثابت علی محمود نگر ۵ لکھنؤ**

روم ۱۲ مارچ۔ معلوم ہوا ہے اٹلی بھی جنگ کے لئے تیار ہو رہا ہے اب سینیا میں اطالوی افواج کو تیاری کا حکم دیدیا گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اٹلی نے یہ قدم ریاستہائے بلقان پر روس کے حملہ کے خطرہ کے پیش نظر اٹھایا ہے۔

انقرہ ۱۲ مارچ۔ آج نیشنل کونسل کے اہم اجلاس میں لازمی بھرتی کے مسودہ قانون پر بحث ہوئی۔ اگر یہ قانون پاس ہوگیا۔ تو ۱۵ سے ۶۵ سال کے تمام اشخاص کو فوج میں شامل ہونا پڑے گا۔ ... یہ قانون مردوں اور عورتوں دونوں پر حاوی ہوگا۔

کوپن ہیگن ۱۲ مارچ۔ ہر فان ربن ٹراپ نے روم میں مسولینی اور کونٹ چیانو سے ملاقات کی۔ اور ہٹلر کی ہدایات کے مطابق صلح کی شرائط پر غور کیا گیا۔ ربن ٹراپ نے ٹیلیفون پر ہٹلر سے مشورہ حاصل کرنے کے لئے دو مرتبہ بات چیت کی۔ معلوم ہوا ہے صلح کے لئے جو شرائط تیار کی گئی ہیں۔ ان کو مسٹر سمر ویلز کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ تاکہ وہ انہیں پریذیڈنٹ روز ویلیٹ تک پہنچا دیں۔

بنوں ۱۲ مارچ۔ فرانٹیر کانسٹیبلری نے مہروں کی ٹولی کے ایک ڈاک کے ہیڈ کوارٹر پر اچانک قبضہ کر لیا ہے قبائلی ڈاکو اول یہاں اکٹھے ہوتے تھے۔ اور پھر ڈاکے ڈالنے کے لئے بنوں اور کوہاٹ کی جانب جایا کرتے تھے۔

لنڈن ۱۲ مارچ۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ روس اور ایران میں جو تجارتی گفت و شنید ہو رہی تھی۔ وہ ختم ہو گئی ہے دونوں ممالک میں تجارتی معاہدہ کی شرائط طے پا گئی ہیں۔

لنڈن ۱۲ مارچ۔ مسٹر سمر ویلز نے آج لیبر پارٹی کے لیڈروں سے ملاقات کی ان کے اعزاز میں ایک ڈنر بھی دیا گیا۔

بمبئی ۱۲ مارچ۔ کپڑے کے کارخانوں کے مزدوروں کی ہڑتال جاری ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ جب سے ہڑتال شروع ہوئی ہے۔ صرف ۸ ہزار مزدوروں نے

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں!

اپنی اجرتیں لی ہیں۔ ہڑتالی مزدوروں کی اجرتوں کا ½ ۱۳ لاکھ روپیہ ضائع ہو گیا ہے۔

طہران ۱۲ مارچ۔ حکومت ایران نے ایک زبردست سازش کا انکشاف کیا ہے جس کی غرض یہ تھی کہ ایران اور برطانیہ کے تعلقات کو کشیدہ کیا جائے۔ حکومت ایران نے اس سازش کے سرغنوں کو گرفتار کر لیا ہے اور ایران میں روس اور جرمنی کے پروپیگنڈا کی ممانعت کر دی ہے

ماسکو ۱۲ مارچ۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ روس نے ترکی کی سرحد پر قلعہ بندی شروع کر دی ہے۔ اور ایک نئی لائن تیار کی جا رہی ہے جس کی تکمیل کے لئے ہزاروں سپاہی کام کر رہے ہیں۔

پشاور ۱۲ مارچ۔ سر اکبر حیدری اور ان کی پارٹی نے آج درہ کوہاٹ میں آفریدیوں کے بندوق سازی کے کارخانوں کا ملاحظہ کیا۔ وہ نقل اور بندوق سازی کے کام سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ انہیں کارتوس سازی کا محکمہ بھی دکھایا گیا۔

چنکنگ ۱۱ مارچ۔ چین و جاپان کی جنگ کے ختم ہونے کے امکانات اب بھی اسی طرح دھندلے ہیں۔ جیسے کہ پہلے تھے

نئی دہلی ۱۲ مارچ۔ ہز ایکسی لینسی وائسرائے ہند کے جنگی فنڈ میں ۶۰ لاکھ ۳۷ ہزار ۳ سو ۹۵ روپیہ ۲ آنے ۶ پائی جمع ہو چکے ہیں۔

نئی دہلی ۱۲ مارچ۔ آج ایوان والیان ریاست کا اجلاس ختم ہو گیا۔ جام صاحب نوانگر پھر چانسلر چنے گئے اور مہاراجہ بیکانیر پرو چانسلر۔

نئی دہلی ۱۲ مارچ۔ پنجاب سٹیٹس کونسل کا اجلاس لاہور میں ۱۷-۱۸ مارچ کو منعقد ہوگا۔ جس کی صدارت مہاراجہ پٹیالہ کریں گے۔

پشاور ۱۲ مارچ گورنر سرحد نے اعلان کیا ہے کہ قرآن شریف کی فروخت پر پابندیوں کا قانون مئی سے نافذ ہوگا۔ اس قانون کے رو سے غیر مسلم قرآن مجید فروخت نہیں کر سکیں گے۔

لنڈن ۱۳ مارچ۔ روس اور فن لینڈ میں سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ فن لینڈ نے ان شرائط سے بہت زیادہ سخت شرائط مان لی ہیں۔ جو روس نے ۱۴ اکتوبر کو اس کے سامنے پیش کی تھیں۔ اور جن کو رد کرنے پر لڑائی شروع ہو گئی تھی۔

لنڈن ۱۳ مارچ۔ روس اور فن لینڈ کے سمجھوتہ پر جرمنی اور روس کے اخبارات کھلے طور پر خوشی منا رہے ہیں۔ لیکن فرانس اور برطانیہ کے اخبار ہمدردی ظاہر کر رہے ہیں۔ فرانس کے ایک اخبار نے اس سمجھوتہ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اس سے اتحادیوں کو کوئی مادی نقصان نہیں پہنچا۔ البتہ اخلاقی نقصان ہوا ہے۔ اٹلی کے اخبار ریتے جو کاؤنٹ چیانو کا خاص اخبار ہے۔ لکھا ہے۔ یہ سمجھوتہ زبردستی کی صلح کی روشن مثال ہے

لنڈن ۱۲ مارچ۔ روما کی ایک اطلاع ہے۔ کہ پاپائے اعظم نے ہر فان ربن ٹراپ وزیر خارجہ جرمنی پر اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ جرمنی نے یورپین ممالک کی آزادی اور خود مختاری کو سلب کر لینے کی جو کوشش شروع کر رکھی ہے پاپائے اعظم اس میں جرمنی کو کسی قسم کی بھی امداد دینے کے لئے تیار نہیں۔

روم ۱۲ مارچ۔ اٹلی اور بلقان کی بہت سی ریاستوں نے اس امر کا مشترکہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ روس کے خلاف متحدہ محاذ پیش کیا جائے گا۔ اور بالشویکوں کو ان ممالک میں سے کسی میں بھی داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

لاہور ۱۲ مارچ۔ ڈاکٹر محمد عالم جنہوں نے حال ہی میں پنجاب اسمبلی کی کانگرس پارٹی سے استعفیٰ دیا ہے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے ہیں۔

وارسا ۱۲ مارچ۔ سامان رسد کی کمی کی وجہ سے مغربی پولینڈ میں سخت بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ بہت سے سپاہیوں نے جنہیں ان کی منشا کے خلاف مرضی اس علاقہ میں متعین کیا گیا تھا بغاوت کر دی جس کی وجہ سے انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ کچھ افسر اور سپاہی بھاگ کر رومانیہ اور ہنگری میں چلے گئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ بھوک اور بدسلوکی نے انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

لنڈن ۱۳ مارچ۔ جس عارضی صلح نامہ پر روس اور فن لینڈ کے دستخط ہوئے ہیں اس پر آج سے عمل شروع ہو گیا ہے۔ فنی فوجیں ہر روز پانچ میل پیچھے ہٹتی جائیں گی حتیٰ کہ مقررہ حد تک پہنچ جائیں۔ عارضی صلح کے سمجھوتہ پر دستخط ہو جانے کے بعد فن لینڈ کے وزیر جنگ اور وزیر تعلیم نے استعفے دے دئیے ہیں۔

ہاواس ایجنسی کا بیان ہے۔ کہ شائد فن لینڈ میں انقلاب ہو جائے اور پارلیمنٹ سمجھوتہ کی تصدیق کرنے سے انکار کر دے

دہلی ۱۳ مارچ۔ ہندوستان کے تمام حصوں سے کانگرسی لیڈر رام گڑھ وارد ہو رہے ہیں۔ گاندھی جی روانہ ہو چکے ہیں جو کل کھادی نمائش کا افتتاح کریں گے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے صدر کانگرس جمعہ کی صبح کو رام گڑھ پہنچیں گے۔ اس دن ان کا جلوس نکالا جائے گا۔

لاہور ۱۳ مارچ۔ آج پنجاب اسمبلی سے خان صاحب خواجہ غلام صمد صاحب ڈپٹی سپیکر کے رویہ کے خلاف احتجاج کے طور پر اجلاس سے اٹھ کر چلے گئے۔

لاہور ۱۳ مارچ۔ آج اسمبلی کے اجلاس میں وزیر ترقیات سر چھوٹو رام نے بیان کیا کہ پندرہ ہزار روپیہ کے خرچ سے دیہات میں ۱۹ ریڈیو سٹ لگائے گئے ہیں۔ یہ خرچ گورنمنٹ ہند کی دیہات سدھار کے لئے دی ہوئی رقم سے کیا گیا ہے۔

پشاور ۱۳ مارچ۔ محمد خسرو سب انسپکٹر پولیس کو جسے بعض قبائلی پکڑ کر لے گئے تھے چھوڑ دیا گیا ہے۔ رہائی کے لئے کوئی روپیہ نہیں ادا کرنا پڑا۔

پشاور ۱۳ مارچ۔ ایک گشتی دستہ

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر: غلام نبی